

وہ کتنے عظیم انسان تھے

محمد عنایت اللہ سبحانی

استاذی و مرشدی حضرت مولانا ابواللیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتنے عظیم انسان تھے۔ آہ! وہ کتنے عظیم انسان نظر آتے تھے اس وقت جب کہ ہندوستان گیر اسلامی تحریک کے ہر دل عزیز قائد و رہنما ہوتے ہوئے بھی صبح کو رات کی بجی ہوئی باسی روٹی کا ناشتہ کر لیا کرتے تھے۔

جناب محمد مسلم صاحب مرحوم سابق ایڈیٹر ”دعوت“ اس بات کا انکشاف کرتے ہوئے کہ وہ جماعت اسلامی سے کس طرح قریب ہوئے، فرماتے ہیں:

”مجھے مولانا (ابواللیث صاحب) سے کچھ مشورہ کر کے فوراً بھوپال واپس ہونا تھا۔ میں اسٹیشن سے سیدھا مرکز جماعت پہنچا۔ یہ صبح کا وقت تھا۔ مولانا ناشتے کے لیے دسترخوان پر بیٹھ چکے تھے۔ میں نے گھر میں اطلاع کرائی تو وہیں بلا لیا۔ فرمایا: آئیے، آئیے ناشتہ کیجئے۔

میں نے دیکھا دسترخوان پر باسی روٹیاں اور ترکاری تھی۔ مولانا صبر و شکر کی تصویر بنے ہوئے ان باسی روٹیوں کا ناشتہ فرما رہے تھے۔ ہم نے یہ ناشتہ کیا۔ پھر چائے پی۔ دل نے کہا: یہ دسترخوان تو بایزید مصطفیٰ کے دسترخوان پر بھی فوقیت لے گیا۔ اور یہی باسی روٹیاں کھا کر میں تحریک اسلامی کی طرف کشاں کشاں بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ اس میں شامل ہو گیا۔“

آہ! وہ کتنے عظیم انسان نظر آتے تھے اس وقت جب کہ وہ رام پور کے دوران قیام میں بارہا خالی شیروانی پہنے ہوئے نظر آئے۔ اس کے نیچے نہ قمیص ہوتی نہ بنیان۔ اور سراغ لگانے پر یہ معلوم ہوا کہ مولانا کے پاس ایک ہی جوڑا کپڑے ہیں۔ اور وہ انہوں نے اتار دیے ہیں دھلنے کے لیے!

مولانا نور الدین صاحب نظامی سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ، رام پور کی روایت ہے کہ انہیں ایک بار دہلی جانا تھا۔ دہلی میں جس جگہ جانا تھا، اس جگہ کا نام تو یاد تھا لیکن پتہ یاد نہ رہا۔ وہ اسی

وہ کتنے عظیم انسان تھے

سلسلے میں فکر مند تھے کہ اچانک مولانا ابواللیث صاحبؒ نظر آگئے۔ سلام کے بعد مولانا نے پوچھا ارے بھئی خیریت ہے؟ کس سوچ میں غرق ہیں آپ؟ انہوں نے اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ فرمایا، فکر نہ کیجئے۔ مجھے بھی وہیں جانا ہے۔ آئیے ساتھ چلیں گے۔ چنانچہ وہ مولانا کے ساتھ ہو لیے۔ مولانا انہیں اپنی رہائش گاہ پر لے گئے۔

پھر نظامی صاحب کا کہنا ہے کہ وہاں ایک کمرہ الگنی پر پھیلا ہوا تھا۔ مولانا نے شیروانی اتار کر اس کمرے کو پہننا چاہا، لیکن پھر چھوڑ دیا۔ اس لیے کہ وہ کمرہ ابھی سوکھا نہیں تھا۔

پھر نظامی صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: اس وقت مولانا کے پاس وہی ایک کمرہ تھا!

آہ! وہ کتنے عظیم نظر آتے تھے اس وقت جب کہ وہ عائدِ نیم شبی اور آہِ سحرگاہی میں مصروف ہوتے، دہلی کے دورانِ قیام میں وہ اذانِ فجر سے پہلے اٹھ کر نمازِ تہجد ادا کرتے۔ اور پھر کبھی تو وہ اذان سے پہلے ہی دفتر ”دعوت“ پہنچ جاتے تاکہ روزنامہ ”دعوت“ میں کام کرنے والے ملازمین کو نماز کے لیے جگادیں۔ اور کبھی نماز سے فارغ ہو کر سیدھے دفتر ”دعوت“ کا رخ کرتے یہ جائزہ لینے کے لیے کہ کن کن لوگوں نے نماز باجماعت ادا کی ہے اور کون لوگ پیچھے رہ گئے حالانکہ جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ مرکزِ جماعت اور دفتر ”دعوت“ میں خاصا فاصلہ ہے۔

آہ! وہ کتنے عظیم نظر آتے تھے اس وقت جب کہ وہ ملتِ اسلامیہ کے درد میں کھل رہے ہوتے تھے۔ اور مختلف جماعتوں کے ذمہ داروں سے یہ آرزو لیے ہوئے ملاقاتیں کر رہے ہوتے تھے کہ ان کے درمیان اتحاد و تعاون کی کوئی راہ نکل آئے۔ لیکن کہیں سے انہیں کوئی امید افزا جواب نہیں مل سکا۔

ذاتی طور پر ہمیں یہ معلوم ہے کہ مولانا کئی بار اسی غرض سے ہستی نظام الدین دہلی تشریف لے گئے، تبلیغی جماعت کے امیر کے پاس، لیکن ادھر صورتِ حال یہ رہی کہ وہ مولانا کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ انہوں نے سرے سے موقع ہی نہیں دیا کہ مولانا ان سے اس موضوع پر گفتگو کر سکیں۔

آہ! وہ کتنے عظیم نظر آ رہے تھے اس وقت جب کہ وہ دہلی میں بیٹھے ہوئے تحریکِ اسلامی کی رگوں میں اپنا خونِ جگر نچوڑ رہے تھے۔ اور یہاں آبائی وطن موضع چاند پٹی میں ان کا اپنا گھر۔۔۔ مٹی کا کچا گھر۔۔۔ برسات کی موسلا دھار بارش کی تاب نہ لا کر گرنا شروع ہو گیا تھا۔ اس کی ایک دیوار بالکل زمین بوس ہو گئی تھی۔ پھر مولانا کے اہلِ خاندان نے ان کے وطن

وہ کتنے عظیم انسان تھے

تشریف لانے سے پہلے ہی وہ دیوار کھڑی کر دی۔ لیکن غلطی سے وہ ایک آدھ انچ پڑوسی کی زمین پر آگئی۔

مولانا جب چاند پٹی تشریف لائے اور انہوں نے یہ محسوس کیا یا انہیں یہ معلوم ہوا کہ دیوار ایک آدھ انچ آگے ہو گئی ہے تو اسی وقت اس دیوار کو گرا کر اپنی جگہ پر لانے کا حکم دیا۔ آہ! وہ کتنے عظیم نظر آتے تھے اس وقت جب کہ بہت سے لوگ ان کے ساتھ زیادتیاں اور گستاخیاں کرتے تھے۔ انہیں اذیت پہنچانے اور ان کا دل دکھانے کے لیے اوجھی حرکتیں کرتے تھے لیکن اس وقت بھی مولانا عظمت و شرافت کا پیکر نظر آتے تھے۔

اس طرح کے کتنے ہی مناظر ہم نے بھی دیکھے ہیں اور نہ جانے کتنے لوگوں نے دیکھے ہیں چنانچہ وہ منظر اس وقت ہماری آنکھوں میں ہے جب کہ مولانا پہلی بار اپنی خرابی صحت کی وجہ سے جماعت کی امارت سے مستعفی ہو کر اپنے وطن چاند پٹی آگئے تھے۔ اس وقت جامعہ الفلاح کے ارباب حل و عقد نے اصرار کر کے مولانا کو جامعہ الفلاح کا ناظم اعلیٰ بنا دیا تھا۔ اسی زمانے میں یہ وردناک منظر بھی سامنے آیا کہ علاقے کے کچھ لوگوں نے یہ اڑا دیا کہ مولانا اس مدرسہ سے تنخواہ تو پابندی سے وصول کرتے ہیں لیکن مدرسہ کو وقت بہت کم دیتے ہیں۔ وقت کا زیادہ حصہ اپنے گاؤں میں گزارتے ہیں۔

شدہ شدہ یہ بات مولانا کے کانوں تک پہنچ گئی۔ اس وقت اس پیکرِ اخلاص کے دلِ نازک پر کیا ہتی ہوگی۔ اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے!

بہر کیف مولانا نے ہاتھ میں چھڑی لی اور بازار کی طرف روانہ ہو گئے۔ راقم الحروف بھی مولانا کے ساتھ ساتھ تھا۔ اس وقت باری باری کئی آدمیوں کے پاس گئے اور نہایت نرم و سنجیدہ لہجے میں فرمایا:

”ارے بھئی، تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں جامعہ الفلاح سے تنخواہ لیتا ہوں۔ میں تو مدرسہ کی جو بھی خدمت کر رہا ہوں، محض آخرت کے لیے کر رہا ہوں۔“
اور قبل اس کے کہ وہ شخص کوئی معذرت کرے، نہایت بے نیازی کے ساتھ وہاں سے یہ دو جملے کہہ کر روانہ ہو گئے۔

آہ! وہ کتنے عظیم نظر آتے تھے اس وقت جب کہ اتنی ساری ذمہ داریوں سے گراں بار ہونے کے باوجود وہ ہر عزیز، ہر قریب، ہر رفیق، ہر ساتھی اور ہر پڑوسی کا پورا پورا خیال رکھتے تھے اور کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں ہونے دیتے تھے۔

وہ کتنے عظیم انسان تھے

مولانا کے اہل خاندان کا ان کے بارے میں یہ تاثر کتنی اہمیت رکھتا ہے کہ مولانا نے حتی المقدور ہر ایک کو اپنا ممنون کرم اور احسان مند بنایا، اور نہ جانے کتنوں کو ان کی ذات سے فیض پہنچا، لیکن خود وہ کبھی کسی کا احسان اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

اس ضمن میں مولانا کا وہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے جو رام پور کے ایک بزرگ کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ برسوں پہلے مولانا کا ایک چھوٹا بچہ اچانک ایک حادثہ کی زد میں آگیا۔ اس کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ان بزرگ کی روایت ہے کہ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ مولانا کفاف پر گزارا کرتے ہیں۔ ان کے پاس علاج کے لیے پیسے کہاں ہوں گے۔ آؤ ہم دونوں مل کر مولانا کی کچھ مدد کریں۔ تاکہ بچے کا صحیح طور سے علاج تو ہو سکے۔

چنانچہ ہم دونوں مولانا کے گھر پہنچے۔ اور اظہارِ ہمدردی کرتے ہوئے دو ہزار کی رقم پیش کی مولانا نے پہلے تو اس پر ہمارا شکریہ ادا کیا، پھر فرمایا، اس رقم کی ضرورت نہیں ہے۔ جماعت خود بچے کا علاج کر رہی ہے۔ اس کے بعد بھی ہم دونوں نے بہت اصرار کیا کہ مولانا کسی طرح اس رقم کو قبول فرمائیں لیکن مولانا نے نہایت بے نیازی کا ثبوت دیا۔ وہ کوئی بھی رقم لینے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

آہ! وہ کتنے عظیم نظر آتے تھے اس وقت جب کہ دنیا بار بار ان کی طرف بڑھی انہیں اپنی طرف مائل کرنے کے لیے، لیکن ہر بار انہوں نے نہایت بے نیازی کے ساتھ اسے ٹھوکر مار دی اور اس کی طرف ایک نگاہ غلط انداز بھی ڈالنے کے روادار نہ ہوئے۔

آہ! وہ کتنے عظیم نظر آتے تھے اس وقت جب کہ وہ قید و بند کی آزمائشوں سے دوچار ہوئے اور بار بار انہیں جیل کی صعوبتیں جھینی پڑیں۔ لیکن ان کے عزم و حوصلے میں کوئی کمزوری نہیں آئی اور جتنے بھی نامساعد حالات ہوں، تبھی وہ خوف اور گھبراہٹ کی حالت میں نہیں دیکھے گئے۔ اس کے برعکس وہ ہمیشہ اپنے ساتھیوں کے لیے صبر و استقامت اور جرات و عزیمت کا ایک بہترین نمونہ ثابت ہوئے۔

کتنی ساری عظیمتیں جمع ہو گئی تھیں ہمارے اس مرحوم رہنما میں!

مگر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ وہ ترجمان القرآن امام حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کیجیا اثر سے فیض یاب ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک لمبے عرصہ تک امام فراہی کی خدمت کی تھی۔ اور اس خدمت کے دوران تقویٰ و طہارت، امانت و دیانت، نیکی و شرافت،

وہ کتنے عظیم انسان تھے

اخلاص و محبت، بے نفسی و لئیت، خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کے جو ایمان افروز اور روح پرور مناظر انہوں نے دیکھے تھے، ان کا فطری نتیجہ یہی ہوتا تھا۔ اس لیے کہ ایک ہونہار پودے کو اگر سازگار ماحول میسر آجائے تو پھر اس کے ایک شاداب اور تناور درخت بننے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟

اے ہمارے عظیم رہنما، ہزاروں سلام ہوں آپ پر! خدائے رحمان و رحیم آپ کی تربیت کو نور سے بھر دے۔ اور آپ کو فردوس بریں میں صالحین اور ابرار کی رفاقت نصیب فرمائے۔ ہم مردہ پرستوں کو زندہ شخصیتوں کی قدر کرنی نہیں آتی۔ ہم تو متاعِ بردہ کے شیدا کی اور فردوسِ گم گشتہ کے ولداہ ہیں، اس لیے زندگی میں تو آپ کی قدر ہم نہیں کر سکے، البتہ آپ کے جانے کے بعد ہماری مثال اس یتیم بے نوا کی سی ہے، جو اپنے شفیق باپ کے سایہ شفقت سے محروم ہو کر حزن و غم کی آگ میں سلگ رہا ہو۔ اور اپنے شفیق و مہربان باپ کو یاد کر کے آنسوؤں کے قلمز بھا رہا ہو۔

سربانے میر کے آہستہ بولو
ابھی تک روتے روتے سو گیا ہے

بقیہ: بچے دو ہی اچھے کیوں؟

کیونکہ میں دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری تعداد کے زیادہ ہونے پر فخر کروں گا۔
(ابوداؤد - ج ۲ - کتاب النکاح - باب النبی عن التزوج من لم یلد من النساء ص ۲۲)

اعتذار

ترجمان القرآن کے گزشتہ شمارے میں ایک جگہ (رسائل و مسائل ص ۳۵) لفظ ”آپ“ پر غلطی سے علامت ”““ بن گئی تھی۔ ادارہ اس سو پر انتہائی ناام اور معذرت خواہ ہے۔